رسومات کے متعلق

اسلامی تعلیم

حضرت سیّدہ اُمِّ متین مریم صدّیقہ صاحبہ مدظلہا العالی

Canadian Cataloguing-in-Publication Data

Siddiqa, Sayeda Umm-e-Mateen Maryam, 1918-1999
Rasoomat ke muta'laq Islami ta'lim / Syeda Umm-e-Mateen Maryam Siddiqa.
Maple, Ontario : Ahmadiyya Muslim Jama'at Canada, c2005.
iv, 40 p.

Cover title.
1st published by Lajna Imai'llah Markaziyya, Rabwah in 1968.
In Urdu.
Culture & traditions : an Islamic perspective.

ISBN 1-882494-41-5

1.Islamic teachings -- Culture 2. Islamic - Culture 3. Ahmadiyya -- Pakistan -- History -- Contemporary traditions 4. Ahmadiyya -- Literature -- India -- History -- Contemporary traditions 5. Ahmdiyya -- Literature -- Pakistan -- History -- Contemporary traditions 6. Ahmadiyya Muslim Jama't Canada I. Title. II. Culture & traditions : an Islamic perspective.

297.86-21dc BP 195.A5 S568 2005

Published by : Ahmadiyya Muslim Jama't Canada
10610 Jane Street, Maple, Ontario L6A 3A2, Canada
Telephone: 905-832-2669 Fax: 905-832-3220
Email: info@ahmadiyya.ca
www.ahmadiyya.ca
Printed by : Fazl-i-Umar Press, 31 Sycamore Street,
Chauncey, Athens, OH 45719, USA
Tel : 740-797-4811
Email : bmm@intelliwave.com

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّ جِیْم ط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط نَحْمده وَ نُصَلّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الکریْم ط

وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد

پیش لفظ

۲۳/جون ۱۹۶۷ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

''میں ہر احمدی کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اور جماعتِ احمدیہ میں اس پاکیزگی کو قائم کرنے کے لئے جس پاکیزگی کے قیام کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ ہر بدعت اور بد رسم کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ سب میرے ساتھ اس جہاد میں شریک ہوں گے اور اپنے گھروں کو پاک کرنے کے لئے شیطانی وسوسوں کی سب راہوں کو اپنے گھروں پر بند کر دیں گے۔''

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس جہاد میں شامل ہونا ہر احمدی کا فرض ہے۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے تا ہماری بہنوں کو یہ علم ہو کہ وہ کون سی بد رسوم اور بدعتیں ہیں جو جہالت کی وجہ سے ہم میں جاری ہیں جن کو دور کرنا ہمارا فرض ہے اور ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا فتویٰ ہے۔ میں نے یہ چھوٹا سا کتابچہ تحریر کیا ہے تا ہماری بہنیں اس کو پڑھیں۔ خود بھی اپنے گھروں کو ان رسومات سے پاک کریں اور جہاں بھی ان رسومات کو ہوتے دیکھیں اُن کو محبت سے سمجھائیں تا ہماری جماعت کا ہر مرد اور عورت اپنے امام کے ساتھ اس جہاد میں شامل ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

خاکسار

مریم صدیقہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

رسومات کے متعلق اسلامی تعلیم

رسم کی تعریف

شریعت اسلامیہ کے بنیادی اصول تین ہی ہیں۔ قرآن مجید، حدیث اور سُنّت رسولؐ اللہ اور اس زمانہ کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فتاویٰ۔ کیوں کہ اس زمانہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حَکَمْ اور عَدَلْ بنا کر مبعوث فرمایا اور آپؑ نے دنیا کو بتایا کہ کون سا کام صحیح ہے اور کون سا غلط۔

اس اصولی تعلیم کے لحاظ سے رسم ہم اُس کام کو کہیں گے جس کا ثبوت قرآنِ مجید اور حدیث رسول اللہ ﷺ سے نہ ملے، جس کا کرنا آپؐ کے خلفاء رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہوتا ہو۔ اور جو انسان اس لئے نہ کرتا ہو کہ اس کے لئے ضروری ہے بلکہ اس لئے کہ اس کے باپ دادا یہ کام کرتے چلے آئے ہیں اور اس کے کرنے کی غرض خود ذاتی اور اپنی برادری یا کُنبہ میں اپنی ناک اُونچی رکھنا ہو۔

رسولِ کریمؐ کی بعثت کی غرض

آنحضرت ﷺ کی بعثت کی غرض ہی اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں یہ بیان فرمائی ہے کہ آپؐ نوعِ انسانی کو ان قسما قسم کے پھندوں سے آزاد کروائیں جن کے طوق انسانوں نے خود پہن رکھے تھے اور ان کی روحوں کو پاک و صاف کریں، ان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کریں، مذہب کا مرکزی نقطہ توحید ہے۔ انسان کی پوری توجہ اُس کی عبادت، اس کے دوسرے انسانوں سے تعلقات، رشتہ داریوں کا نبھانا، مرنا، جینا، سب اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو۔

جب انسان توحید کے اس مقام سے جہاں اس کے لئے قائم ہونا ضروری ہے ذرا بھی اِدھر اُدھر ہٹتا ہے تو پہلے مختلف رسومات میں گرفتار ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ ان کے جال میں ایسا پھنستا ہے کہ شرک کرنے پر اُتر آتا ہے۔ گویا شرک لازمی نتیجہ ہے رسومات کی پیروی کا۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ زيَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ط فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ لا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(سورۃ اعراف آیت ۱۵۸)

(ترجمہ) وہ لوگ جو ہمارے اس رسول یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے ہیں جو نبی ہے اور اُمّی ہے جس کا ذکر تورات اور انجیل میں ان کے پاس لکھا ہوا موجود ہے وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور بُری باتوں سے روکتا ہے اور سب پاک چیزیں ان پر حلال کرتا ہے اور سب بُری چیزیں ان پر حرام کرتا ہے اور ان کے بوجھ جو ان پر لادے ہوئے تھے اور جو طوق ان کے گلوں میں ڈالے ہوئے تھے وہ اُن سے دُور کرتا ہے۔ پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اس کو طاقت پہنچائی اور اس کو مدد دی وہی لوگ بامراد ہوں گے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان ہر کام میں یہ مدِّنظر رکھے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی کامل اتباع کر رہا ہے یا نہیں۔ آپؐ کی اتباع سے ہی وہ نیک کام کر سکے گا پاک چیزوں اور پاک باتوں کو اختیار کر سکے گا پاک چیزوں اور پاک باتوں کو اختیار کر سکے گا اور بُرے کاموں سے مجتنب رہے گا یہی تقویٰ کا حقیقی مقام ہے جو آنحضرت ﷺ کی کامل اطاعت اور پیروی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت

ﷺ کے طریق پر چلنا سُنّت ہے اور اس کو چھوڑ کر کوئی اور طریق اختیار کرنا بدعت۔

سُنّت اور بدعدت میں فرق

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام سُنّت اور بدعت کا فرق بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''غرض اس وقت لوگوں نے سُنّت اور بدعت میں سخت غلطی کھائی ہوئی ہے اور ان کو ایک خطرناک دھوکہ لگا ہوا ہے وہ سُنّت اور بدعت میں کوئی تمیز نہیں کر سکتے۔ آنحضرت ﷺ کے اُسوہ حسنہ کو چھوڑ کر خود اپنی مرضی کے موافق بہت سی راہیں خود ایجاد کر لی ہیں اور ان کو اپنی زندگی کے لئے کافی راہنما سمجھتے ہیں حالانکہ وہ اُن کو گمراہ کرنے والی چیزیں ہیں۔ جب آدمی سُنّت اور بدعت میں تمیز کرے اور سُنّت پر قدم مارے تو وہ خطرات سے بچ سکتا ہے لیکن جو فرق نہیں کرتا اور سُنّت کو بدعت کے ساتھ ملاتا ہے اس کا انجام اچھا نہیں ہو سکتا۔''

(ملفوظات، جلد ۴، صفحہ ۴۶)

پھر آپؑ فرماتے ہیں۔

''اعمالِ صالحہ کی جگہ چند رسوم نے لے لی ہے اس لئے رسوم کے توڑنے سے یہی غرض ہوتی ہے کہ کوئی فعل یا قول قال اللہ اور قال الرّسول کے خلاف اگر ہو تو اُسے توڑا جائے جب کہ ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور ہمارے سب اقوال اور افعال اللہ تعالیٰ کے نیچے ہونے ضروری ہیں پھر ہم دُنیا کی پرواہ کیوں کریں؟ جو فعل اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف ہو اس کو دُور کر دیا جائے اور چھوڑا جائے۔ جو حدود الٰہی اور وصایا رسول اللہ ﷺ کے موافق ہوں اُن پر عمل کیا جائے کہ احیاءِ سُنّت اسی کا نام ہے۔''

(ملفوظات، جلد ۴، صفحہ ۴۹)

اسلام کا پیدا کردہ انقلاب عظیم

آنحضرت ﷺ سے قبل دُنیا شرک، گمراہی اور ضلالت میں گھری ہوئی تھی۔ بُت پرستی کے ساتھ ساتھ ہزاروں قسم کی رسومات کے پھندے ان کے گلوں میں پڑے ہوئے تھے لیکن ہزاروں درود وسلام اس محسنِ انسانیّت پر جس نے ساری دُنیا کو شرک سے پاک کر دیا ہزار ہا سال کے پھندے جو ان کی گردنوں میں پڑے تھے وہ نکال کر پھینک دیئے اور سب قسم کی بُرائیوں سے پاک کر کے خدائے واحد کے آگے ان کے سر جُھکا دیئے۔ وہ جو بُتوں کے آگے سجدہ کرتے تھے اور ان پر چڑھاوے چڑھاتے تھے وہ ایک خدا کے پرستار ہو گئے اور اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدِّ نظر رکھنے لگ گئے۔ جو شرابیں پیتے تھے فسق و فجور میں گرفتار رہتے تھے اور اپنے ان کاموں کو فخریہ بیان کرتے تھے وہ ان افعال سے اس طرح دُور بھاگنے لگے جیسے سانپ سے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے۔ آپؐ کی کامل اطاعت کی، اپنی جان، مال، عزّت اور اولاد سب کچھ آپ کے قدموں میں لا ڈالا۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان پر بے حد فضل اور انعامات کیئے اور دُنیا کا حکمران ان کو بنا دیا۔

شراب ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ جُوئے کے وہ عادی تھے لیکن آنحضرت ﷺ کی ایک آواز پر شرابوں کے مٹکے اس طرح توڑ دیئے گئے کہ گلی کوچوں میں شراب بہتی پھرتی تھی اور پھر کبھی کسی مسلمان کا دہن شراب سے آشنا نہ ہوا۔ ہر قسم کی رسوم، نفسانی خواہشات، احباب، دوست چھوڑ کر انہوں نے آنحضرت ﷺ کی محبت اور اطاعت کو اختیار کر لیا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

قَدْ اٰثَرُوْکَ وَفَارَ قُوْا اَحْبَا بَھُمْ وَتَبَاعَدُوْمِنْ حَلْقَۃِ الْاِخْوَانِ قَدْوَدَّ عُوْااَھْوَاءَ ھُمْ وَنُفُوْسَھُمْ وَ تَبَرَّ ؤُ وْامِنْ کُلِّ نَشَبٍ فَانِ ظَھَرَتْ عَلَیْھِمْ بَیِّنَاتُ رَسُوْلِھِمْ فَتَمَزَّ قَ

اَلْاَھْوَاءُ کَالْاَوْثَانِ

(ترجمہ) انہوں نے تجھے اختیار کیا اور اپنے دوستوں سے جُدا ہو گئے اور اپنے بھائیوں کے دائرہ سے دُوری اختیار کر لی۔ انہوں نے اپنی خواہشوں اور نفسوں کو الوداع کہہ دیا اور ہر قسم کے فانی مال و منال سے بیزار ہو گئے جب رسول کریم ﷺ کے واضح اور روشن دلائل ان پر ظاہر ہوئے تو ان کی نفسانی خواہشیں بتوں کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔

اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طور پر بھی بیان فرمایا ہے:

قَدْاَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا ہ لا رَّسُوْلاً یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاوَعَمِلُوْاالصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط۔

(سورۃ طلاق ۶۵: ۱۱۔ ۱۲)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے شرف کا سامان یعنی رسول اتارا ہے جو تم کو اللہ تعالیٰ کی ایسی آیات سُناتا ہے جو ہر نیکی اور بدی کو کھول دیتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مومن لوگ جو اپنے ایمان کے مطابق عمل کرتے ہیں وہ اندھیروں نکل کر نُور میں آجاتے ہیں۔

گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے اور آپؐ کے بتائے ہوئے طریق پر چلنے کے نتیجہ میں انسان اندھیرے سے نکل کر ایمان کے اُجالے میں آجاتا ہے۔

یہ کونسا اندھیرا ہوتا ہے؟

یہ اندھیرا شرک، بدعت اور رسوم کا اندھیرا ہوتا ہے جس نے انسان کے گرد جالے تنے ہوئے ہوتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کی کامل اطاعت اور آپؐ کے نقشِ قدم پر چلنے سے ٹوٹنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اب بھی اگر اپنے معاشرہ سے ہم نے رسومات کے اندھیروں کو دُور کرنا ہے تو اپنے ہر کام میں اس بات کو مدِّ نظر رکھنا ہو گا کہ ہمارا یہ کام سُنّت رسول ﷺ

کے مطابق ہے یا نہیں۔اسی طرح قرآنِ مجید کی سورۃ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

کِتٰب" اَنزَلنٰہُ اِلَیکَ لِتُخرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّورِ بِاِذنِ رَبِّھِم اِلٰی صِرَاطِ العَزِیزِ الحَمِیدِہ

(سورۃ ابراہیم ۱۴: ۲)

(ترجمہ) یہ (قرآن مجید) ایک کتاب ہے جسے ہم نے تجھ پر اس لئے اتارا ہے کہ تو تمام لوگوں کو ان کے ربّ کے حُکم سے ظلمت سے نکال کر نُور کی طرف یعنی اس کامل طور پر غالب اور کامل محمود ہستی تک پہنچنے کے راستہ کی طرف لائے۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ قرآن کریم ایک روشنی ہے جس کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائیں گے اور وہ روشنی کا راستہ وہی راستہ ہے جو عزیز وحمید خدا کی طرف جاتا ہے۔ یہ آیت واضح طور پر بتاتی ہے کہ رسم و رواج پر چل کر انسان خدا تعالیٰ کا نُور حاصل نہیں کرسکتا بلکہ برادری رسوم سب پر لات مار کر اللہ تعالیٰ کے ان احکام پر جو اس نے قرآنِ مجید میں بیان فرمائے ہیں عمل پیرا ہو کر خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے راستہ پر گامزن ہوسکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نُور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دُنیا میں
جن کا اس نُور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

ان تینوں آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی رُوحانی ترقّی صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ ہر کام کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی کامل اطاعت کی جائے اور دیکھ لیا جائے

کہ اس کام کے متعلق قرآن مجید کیا ہدایت دیتا ہے اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات آپ کا عمل اس بارہ میں کیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے جوں جوں بعد ہوتا گیا مسلمان قرآن مجید کی تعلیم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے رسم ورواج کے پھندوں میں گرفتار ہوتے گئے۔ نام کا اسلام رہ گیا۔ شریعت پر عمل نہ رہا، ہندوؤں اور عیسائیوں کی ہمسائیگی میں ان کے سے طور وطریق اختیار کر لئے اور وہ وہ رسوم رائج ہوئیں جن کا اسلام سے دُور کا تعلق بھی نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کا اُمّتِ محمدیہ پر خاص فضل ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے عین مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السّلام تشریف لائے تا کہ اُس ادبار کو مسلمانوں پر سے دُور کر دیں جو مسلمانوں پر چھایا ہوا تھا۔ چنانچہ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو مانا انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا اور ظلمت سے نکل کر نُور کے سایہ تلے آگئے۔ انہوں نے خود محسوس کیا کہ آج تک ہم اندھیروں میں بھٹک رہے تھے یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ جماعت احمدیہ توحید کے اعلیٰ مقام پر قائم ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات پر چلنے میں ہی فخر محسوس کرتی ہے لیکن جب کوئی جماعت ترقی کرتی ہے اور پھیلنے لگتی ہے تو نئے نئے لوگ بھی داخل ہوتے ہیں اور اپنے ساتھ بہت سی کمزوریاں بھی لے آتے ہیں مجھے لجنہ اماء اللہ کے کام کو دیکھنے کے لئے مختلف شہروں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے اور بہت قریب سے احمدی مستورات کے مشاہدہ کا موقع ملا ہے جس سے مجھے یہ احساس ہوا ہے کہ جماعتِ احمدیہ کے ایک طبقہ میں پھر سے رسومات کی ابتدا ہوگئی ہے اور جن ظلمتوں سے نکالنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص انعام یعنی انعام خلافت سے اپنے وعدہ کے مطابق نوازا ہے خلیفۂ وقت جانشین ہے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام ظلِّ کامل ہیں آنحضرت ﷺ کے۔ گویا خلیفۂ وقت کے احکام پر چلنے، آپ کی کامل اطاعت کرنے سے ہم حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور آنحضرت ﷺ کی مطیع وفرماں بردار بن سکتی ہیں۔ رسومات کا تعلق چونکہ زیادہ

تر عورتوں سے ہوتا ہے اس لئے عورتوں کو قرآنِ مجید کا یہ حکم ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے کہ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ خلفاءؑ کی اطاعت بھی ہم پر فرض ہے اور بغیر مکمل اطاعت کے ترقی ناممکن ہے۔ ہر تحریک جو خلیفۂ وقت کی طرف سے پیش ہو اُس پر ہر مرد، عورت اور بچہ کا لبّیک کہنا فرض ہے۔ تمام تنظیموں کا کام بھی یہی ہونا چاہیئے کہ خلیفۂ وقت کی تحریکات کو چلانے میں اپنی قوّتیں بروئے کار لائیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی لجنہ اماء اللہ کا قیام فرمایا تو لجنہ اماء اللہ کے دستور کی ایک شق یہ قرار دی۔

''اس امر کی ضرورت ہے کہ جماعت میں وحدت کی روح قائم رکھنے کے لئے جو بھی خلیفۂ وقت ہو اس کی تیار کردہ اسکیم کے مطابق اور اس کی ترقی کو مدِّنظر رکھ کر تمام کارروائیاں ہوں۔''

(لجنہ اماء اللہ کے متعلق ابتدائی تحریک ۱۹۲۲ء)

گویا لجنہ اماء اللہ کے تمام پروگرام اس امر کو مدِّنظر رکھ کر بنائے جائیں کہ ان پر عمل پیرا ہونے سے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی پیش کردہ تحریکات کی تکمیل ہو سکے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کی تازہ تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جو تحریکات سریر آرائے خلافت ہونے کے بعد جماعت اور خصوصاً احمدی مستورات کے سامنے رکھی ہیں ان میں سے ایک تحریک جماعت سے رسومات کی بیخ کنی کرنا ہے آپ نے فرمایا تھا۔

''پہلا امتحان اور آزمائش وہ احکامِ الٰہی یا تعلیمِ الٰہی ہے جو ایک نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آتا ہے اور جس تعلیم کے نتیجہ میں مومنوں کو کئی قسم کے مجاہدات کرنے پڑتے ہیں۔ بعض دفعہ اپنے مالوں کو قربان کرنے سے اور بعض دفعہ اپنی عزّتیں اور وجاہتیں اللہ تعالیٰ کے لئے نچھاور

کرنے سے۔''

(خطبہ جمعہ ۸؍اپریل ۱۹۶۶ء)

پھر آپ نے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۶۶ء کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

''حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت میں اور خصوصاً جماعت کی مستورات میں ایک مہم جاری کی تھی اور اس نے بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ اور وہ مہم یہ تھی کہ جماعت بدرسوم اور بُری عادتوں کو چھوڑ دے اور بے تکلّف زندگی اور اسلامی زندگی گزارنے کی عادی ہو جائے۔ ایک وقت جماعت پر ایسا آیا کہ حضورؓ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئے اور جماعت بدرسموں سے اور بد رسموں کے بدنتائج سے محفوظ ہوگئی لیکن اب پھر جماعت کا ایک حصّہ اس طرف سے غفلت برت رہا ہے خصوصاً وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیوی مال یا دنیوی وجاہتیں عطا کی ہیں۔ وہ بجائے اس کے کہ اپنے ربّ کے شکرگزار بندے بن کر اپنی زندگیوں کے دن گزارتے لوگوں کی خوشنودی کے حصول کی خاطر اور اس عزّت کے لئے جو حقیقت میں ذلّت سے بھی زیادہ ذلیل ہے اس دنیا کی عزّت اور بدرسوم کی طرف ایک حد تک مائل ہو رہے ہیں۔ یہ بدرسوم شادی بیاہ کے موقع پر بھی کی جاتی ہیں اور موت فوت کے موقع پر بھی ہوتی ہیں ہمیں کلّیۃً ان کو چھوڑنا پڑے گا۔''

(تقریر ۲۲؍اکتوبر ۱۹۶۶ء)

پھر ۲۳؍جون ۱۹۶۷ء کے خطبہ جمعہ میں آپ نے بڑے واضح الفاظ میں مستورات کو مخاطب کر کے فرمایا:

''میں ہر گھر کے دروازہ پر کھڑے ہو کر اور ہر گھرانہ کو مخاطب کر کے بدرسوم کے خلاف اعلانِ جہاد کرتا ہوں اور جو احمدی گھرانہ بھی آج کے بعد ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرے گا اور ہماری

اصلاحی کوششوں کے باوجود اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوگا وہ یہ یاد رکھے کہ خدا اور اس کے رسولؐ اور اس کی جماعت کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ وہ اس طرح جماعت سے نکال کر باہر پھینک دیا جائے گا جس طرح سے دودھ سے مکھی۔ پس قبل اس کے کہ خدا کا عذاب کسی قہری رنگ میں آپ پر وارد ہو یا اس کا قہر جماعتی نظام کی تعزیر کے رنگ میں آپ پر وارد ہو اپنی اصلاح کی فکر کرو اور خدا سے ڈرو اور اس دن کے عذاب سے بچو کہ جس دن کا ایک لحظہ کا عذاب بھی ساری عمر کی لذتوں کے مقابلہ میں ایسا ہی ہے کہ اگر یہ لذتیں اور عمریں قربان کر دی جائیں اور انسان اس سے بچ سکے تب بھی وہ سودا مہنگا سودا نہیں سستا سودا ہے۔''

(خطبہ جمعہ ۲۳ رجون ۱۹۶۷ء)

اس اعلان کے بعد احمدی عورتوں پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ہر اُس کام کو ترک کر دیں جس پر رسم کی اصطلاح کا اطلاق ہوتا ہے۔

رسوم مختلف قسم کی ہوتی ہیں :۔

۱) مذہب کی طرف منسوب ہونے والی رسوم۔

۲) شادی بیاہ سے متعلق رسوم۔

۳) وفات کے متعلق رسوم۔

۴) بچہ کی پیدائش کے متعلق رسوم۔

مذہب کی طرف منسوب ہونے والی رسوم

مذہب کی طرف منسوب ہونے والی مثلاً قبر پرستی، قبروں پر عرس کرنا، میلاد کے وقت کھڑا ہونا اس یقین کے ساتھ کہ اس وقت آنحضرت ﷺ کی روح آتی ہے اور شیرینی تقسیم کرنا، مختلف ایسے وظیفے بنا لینا جن کا احادیث سے کوئی ثبوت نہیں ملتا، نماز میں تو اللہ تعالیٰ سے دعا نہ

مانگنی لیکن نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا، تعویذ، گنڈے، جھاڑ پھونک، محرم کی نیاز وغیرہ وہ سب رسومات ہیں جو اسلام کے نام پر کی جاتی ہیں لیکن اسلام سے ان کا دُور کا بھی واسطہ نہیں۔
اسلام نام ہے توحید کا۔ توحید کے قیام کے لئے ہی اللہ تعالیٰ انبیاء مبعوث فرماتا رہا ہے۔ دنیا میں کامل توحید کا قیام آنحضرت ﷺ کے ذریعہ ہوا اور آج آپؐ کے ہی نام لیوا قبروں پر جا کر خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر ان بزرگوں سے جن کی ساری عمریں توحید کے قیام میں گزریں دعائیں مانگتے ان کی قبروں پر چڑھاوے چڑھاتے اور عرس کرتے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ نے تو فرمایا تھا کہ یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتِ احمدیہ شرک و بدعت سے تو بکلّی پاک ہے لیکن پھر بھی ضرورت ہے کہ ان کے مرد و زن اور بچوں کی زندگیاں توحید کے قیام اور شرک کے خلاف جہاد کرنے میں گزریں۔ جیسا کہ الہاماً اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو فرمایا تھا۔

خُذُو التَّوحِیْدَ والتَّوحِیْدَ یَا اَبنَاءَ الفَارِسِ

اس الہام میں آپؑ کے ذریعہ سے ساری جماعت بھی مخاطب ہوسکتی ہے کہ جس طرح ابناء فارس کے لئے توحید کا دامن مضبوطی سے تھامنا لازمی ہے اسی طرح ابناء فارس سے تعلق رکھنے والوں کے لئے بھی یہ وہ مرکزی نقطہ ہے جس کے گرد ہماری ساری تعلیم گھومتی ہے اگر مرکزی نقطہ ہی کمزور پڑ جائے تو ہمارے سارے دعاوی کمزور پڑ جاتے ہیں۔

توحید کا دامن مضبوطی سے تھامنے سے یہ مُراد نہیں کہ صرف مُنہ سے اقرار کرتے رہیں کہ اللہ ایک ہے اس کا شریک کوئی نہیں بلکہ خذو التّوحید سے یہ مُراد ہے کہ ہر کام کرتے ہوئے ہم پہلے یہ سوچ لیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی تو نہیں ہوتی جہاں اللہ تعالیٰ کے احکام اور برادری کی روایات میں ٹکّر ہوتی ہے وہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے احکام کو ترجیح دیں اور خدا کی خاطر نہ برادری کی پرواہ کریں نہ روایات کی نہ رشتہ داروں کی نہ کسی

کے طعن وتشنیع کی۔

اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''کتاب اللہ کے برخلاف جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب بدعت ہے اور سب بدعت فی النّار ہے۔ اسلام اس کی بات کا نام ہے کہ بجز اس قانون کے جو مقرر ہے اِدھر اُدھر بالکل نہ جاوے۔ کسی کا کیا حق ہے کہ بار بار ایک شریعت بنائے۔''

(ملفوظات، جلد نمبر ۵، صفحہ ۱۶۳)

چونکہ جماعت کی خواتین بھی بعض مسئلوں کے متعلق دریافت کرتی رہتی ہیں اس لئے اس مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جتنے فتوے مجھے مل سکے ہیں سب درج کرتی ہوں کہ نہ صرف یہ ناجائز ہیں بلکہ ان میں شمولیت بھی ناجائز ہے۔

مسلمان قبروں پر عرس کرتے ہیں اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''شریعت تو اس بات کا نام ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اسے لے لے اور جس بات سے منع کیا ہے اس سے ہٹے۔ اب اس وقت قبروں کا طواف کرتے ہیں ان کو مسجد بنایا ہوا ہے۔ عرس وغیرہ ایسے جلسے نہ منہاج النبوّۃ ہے نہ طریق سُنت ہے۔''

(ملفوظات جلد نمبر ۵ صفحہ ۱۶۵)

بعض لوگ ماہِ محرم کی دسویں کو خاص اہتمام سے صدقہ وخیرات کرتے ہیں اس سلسلہ میں محترم قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکملؓ نے سوال کیا کہ محرم کی دسویں کو جو شربت و چاول وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اگر یہ للہ بہ نیت ایصالِ ثواب ہو تو اس کے متعلق حضورؑ کا کیا ارشاد ہے؟

فرمایا:

''ایسے کاموں کے لئے دن اور وقت مقرر کر دینا ایک رسم اور بدعت ہے اور آہستہ آہستہ ایسی

رسمیں شرک کی طرف لے جاتی ہیں پس اس سے پرہیز کرنا چاہیئے کیوں کہ ایسی رسموں کا انجام اچھا نہیں۔ ابتداء میں اسی خیال سے ہو مگر اب تو اس نے شرک اور غیر اللہ کے نام کا رنگ اختیار کرلیا ہے اس لئے ہم اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ جب تک ایسی رسوم کا قلع قمع نہ ہو عقائد باطلہ دور نہیں ہو سکتے۔" (ملفوظات، جلد نمبر ۹، صفحہ ۲۱۴)

ایک شخص کا سوال حضرت اقدسؑ کی خدمت میں پیش ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے دن روزہ رکھنا ضروری ہے یا کہ نہیں؟

فرمایا:

"ضروری نہیں ہے"۔ (ملفوظات، جلد نمبر ۹، صفحہ ۲۱۵)

اسی شخص کا سوال پیش ہوا کہ محرم کے پہلے دس دن کا روزہ رکھنا ضروری ہے یا کہ نہیں؟

فرمایا:

"ضروری نہیں۔" (ملفوظات، جلد نمبر ۹، صفحہ ۲۱۵)

اسی شخص کا سوال پیش ہوا کہ محرم پر جو لوگ تابوت بناتے ہیں اور محفل کرتے ہیں اس میں شامل ہونا کیسا ہے؟

فرمایا کہ:

"گناہ ہے"۔ (ملفوظات، جلد نمبر ۹، صفحہ ۲۱۶)

نصف شعبان کی نسبت فرمایا کہ:

"یہ رسوم حلوا وغیرہ سب بدعات ہیں۔" (ملفوظات، جلد نمبر ۹، صفحہ ۳۹۴)

مختلف وظائف اور گنڈے تعویذ کے متعلق آپؑ فرماتے ہیں۔

"ہمارا صرف ایک ہی رسول ہے اور صرف ایک ہی قرآن شریف اس رسول پر نازل ہوا ہے جس کی تابعداری سے ہم خدا کو پا سکتے ہیں۔ آج کل فقراء کے نکالے ہوئے طریقے اور گدّی

نشینوں اور سجادہ نشینوں کی سیفیاں اور دعائیں اور وِرد اور وظائف یہ سب انسان کو مستقیم راہ سے بھٹکانے کا آلہ ہیں تم ان سے پرہیز کرو۔ ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کی مہر کو توڑنا چاہا گویا اپنی الگ الگ شریعت بنالی ہے۔ تم یاد رکھو کہ قرآن شریف اور رسول ﷺ کے فرمان کی پیروی اور نماز روزہ جو مسنون طریقے ہیں ان کے سوا خدا کے فضل اور برکات کے دروازے کھولنے کی اور کوئی کُنجی نہیں ہے۔ بھُولا ہوا ہے وہ جو ان راہوں کو چھوڑ کر کوئی نئی راہ نکالتا ہے ناکام مرے گا وہ جو اللہ اور اس کے رسول کے فرمودہ کا تابعدار نہیں بلکہ اور راہوں سے اُسے تلاش کرتا ہے۔‘‘

(ملفوظات، جلد نمبر ۵، صفحہ ۱۲۵)

ایک شخص نے اپنی کچھ حاجات تحریری طور سے پیش کیں حضرت اقدسؑ نے پڑھ کر فرمایا کہ اچھا ہم دعا کریں گے تو وہ شخص کسی قدر متحیّر ہو کر پوچھنے لگا آپ نے میری عرضداشت کا جواب نہیں دیا۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

ہم نے کہا تو ہے کہ دعا کریں گے۔

اس پر وہ شخص بولا کہ حضور کوئی تعویذ نہیں کیا کرتے؟ فرمایا:

’’تعویذ گنڈے کرنا ہمارا کام نہیں۔ ہمارا کام تو صرف اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنا ہے۔‘‘

(ملفوظات، جلد نمبر ۱۰، صفحہ ۲۰۳)

خود تراشیدہ وظائف کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’اپنی شامتِ اعمال کو نہیں سوچا۔ اُن اعمالِ خیر کو جو پیغمبر ﷺ سے ملے تھے ترک کر دیا اور ان کی بجائے خود تراشیدہ درود و وظائف داخل کر لئے اور چند کافیوں کا حفظ کر لینا کافی سمجھا گیا۔ بُلّھے شاہ کی کافیوں پر وجد میں آجاتے ہیں اور یہی وجہ کہ قرآن شریف کا جہاں وعظ ہو رہا ہو وہاں بہت ہی کم لوگ جمع ہوتے ہیں لیکن جہاں اس قسم کے مجمعے ہوں وہاں ایک گروہ کثیر جمع

ہوجاتا ہے۔نیکیوں کی طرف سے یہ کم رغبتی اور نفسانی اور شہوانی امور کی طرف توجہ صاف ظاہر کرتی ہے کہ لذّت روح اور لذّت نفس میں ان لوگوں نے کوئی فرق نہیں سمجھا ہے۔''

(ملفوظات، جلد نمبر ۳، صفحہ ۸۹)

نیازوں کے متعلق آپؑ نے فرمایا یہ سب بدعتیں ہیں اور حرام ہیں ان کا کوئی ثبوت قرآن مجید، احادیث اور سلف صالحین کے طریق سے ثابت نہیں فرماتے ہیں۔

''ہمارے گھروں میں شریعت کی پابندی کی بہت سُستی ہے۔بعض عورتیں زکوٰۃ دینے کے لائق ہیں اور بہت سا زیور ان کے پاس ہے وہ زکوٰۃ نہیں دیتیں۔بعض عورتیں نماز روزہ ادا کرنے میں کوتاہی رکھتی ہیں۔بعض عورتیں شرک کی رسمیں بجالاتی ہیں جیسے چیچک کی پوجا۔بعض فرضی دیویوں کی پوجا کرتی ہیں۔بعض ایسی نیازیں دیتی ہیں جن میں شرط لگا دیتی ہیں کہ عورتیں کھاویں کوئی مرد نہ کھاوے یا کوئی حُقّہ نوش نہ کھاوے۔بعض جمعرات کی چوکی بھرتی ہیں مگر یادرکھنا چاہئیے کہ یہ سب شیطانی طریق ہیں ہم صرف خالص اللہ کے لئے ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ آؤ خدا تعالیٰ سے ڈرو ورنہ مرنے کے بعد ذِلّت اور رُسوائی سے سخت عذاب میں پڑو گے اور اس غضبِ الٰہی میں مُبتلا ہوجاؤ گے جس کا انتہاء نہیں۔''

(الحکم جلد ۶ مؤرخہ ۱۰؍جولائی ۱۹۰۲ء)

مسلمان آنحضرت ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کا تذکرہ کرنے کے لئے میلاد کی مجلس منعقد کرتے ہیں۔ جہاں تک ایسی مجلس منعقد کرنے کا سوال ہے اس سے بڑھ کر نیکی اور کیا ہوسکتی ہے کہ آپؐ کے اخلاقِ فاضلہ کا بار بار ذکر کیا جائے، آپؐ پر بار بار درُود بھیجا جائے اور آپؐ کے اُسوہ حسنہ کو اختیار کرنے کی اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی کوشش کی جائے لیکن مسلمانوں نے بدقسمتی سے اس نیک کام میں بھی بدعت داخل کردی ہے کہ کھڑے ہوکر اس تصوّر سے درود پڑھا جائے کہ اس وقت آنحضرت ﷺ کی رُوح آتی ہے۔قرآن تو

کہتا ہے کہ جو اس دنیا سے رخصت ہو جائے خواہ وہ کتنی ہی بلند ہستی کیوں نہ ہو پھر اس دنیا میں واپس نہیں آتی۔ باقی رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ درود انسان کھڑے، بیٹھے، لیٹے، چلتے پھرتے ہر وقت بھیج سکتا ہے۔ یہ تو ایک دعا ہے جو ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آنحضرت ﷺ اور آپؐ کی ساری اُمّت کے لئے کرتے ہیں لیکن وہی دعا جب اس ذہنیت سے کی جائے کہ درود پڑھتے ہی آپؐ کی روح آجاتی ہے تو وہی نیک کام بدعت بن جاتا ہے کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ اگر ایسا ہونا ممکن تھا تو آنحضرت ﷺ یا آپؐ کے صحابہؓ سے کوئی تو ایسی روایت ثابت ہوتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''آنحضرت ﷺ کا تذکرہ بہت عمدہ ہے بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء اور اولیاء کی یاد سے رحمت نازل ہوتی ہے اور خود خدا نے بھی انبیاء کے تذکرہ کی ترغیب دی ہے لیکن اگر اس کے ساتھ ایسی بدعات مل جائیں جن سے توحید میں خلل واقع ہو تو وہ جائز نہیں۔ خدا کی شان خدا کے ساتھ اور نبی کی شان نبی کے ساتھ رکھو... بعض مُلّاں اس میں غلو کر کے کہتے ہیں کہ مولود خوانی حرام ہے۔ اگر حرام ہے تو پھر پیروی کس کی کرو گے؟ کیوں کہ جس کا ذکر زیادہ ہو اس سے محبت بڑھتی ہے اور پیدا ہوتی ہے مولود کے وقت کھڑا ہونا جائز نہیں۔ کہاں لکھا ہے کہ روح آتی ہے۔''

(ملفوظات، جلد ۵، صفحہ ۲۱۱)

غرض اس قسم کی اور بھی بہت سی بدعات ہیں جو مذہب کے نام پر لوگوں نے مذہب میں داخل کر کے مذہب کا حصّہ قرار دے دی ہیں لیکن چودہ سو سال کی اسلامی تاریخ میں ان کا نام و نشان بھی نہیں ملتا کہ کبھی مسلمانوں نے ان پر عمل کیا ہو۔ مسلمان جب مذہب سے دُور جا پڑے تو ان کی گمراہی کو دُور کرنے اور صحیح راستہ پر چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپؑ نے پھر سے محمدیؐ شریعت کا قیام فرمایا اور دنیا کو یہ تعلیم دی

کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہی انسان کی زندگی کا مقصد اور نصب العین ہے اور اللہ تعالیٰ کے خوش کرنے کا ایک ہی طریق ہے کہ آنحضرت ﷺ کی کامل فرمانبرداری کی جائے۔

فرماتے ہیں۔

''بندوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انعامات و اکرامات ہوتے ہیں وہ محض اللہ پاک کے فضل وکرم سے ہی ہوتے ہیں پیروں، فقیروں، صوفیوں، گدّی نشینوں کے خود تراشیدہ وظائف، طریق، رسومات سب فضول بدعات ہیں جو ہرگز ہرگز ماننے کے قابل نہیں... انسان کو چاہیئے کہ سب کچھ خدا تعالیٰ سے طلب کرے۔''

(ملفوظات، جلد ۵، صفحہ ۴۴۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حُکم پا کر بیعت لینی شروع کی تو شرائط بیعت میں ایک شرط یہ بھی قرار دی۔

شرط ششم ''یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہواوہوس سے باز رہے گا اور قرآنِ شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قَالَ اللّٰہُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔''

ہر احمدی مرد اور عورت جس نے حضرمسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اس کو اس شرط کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے اور اپنی روزمرّہ کی زندگی کا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے کہ بیعت کی اس شرط کے مطابق وہ اتبّاع رسم سے باز رہتا ہے یانہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور آنحضرت ﷺ کی کامل فرمانبرداری کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احکام کی فرمانبرداری بھی ہم پر لازم ہے۔ جیسا کہ آپؑ خود فرماتے ہیں۔

''اب تم خود یہ سوچ لو اور اپنے دلوں میں فیصلہ کرلو کیا تم نے میرے ہاتھ پر جو بیعت کی ہے اور مجھے مسیح موعود حَکم، عَدَل مانا ہے تو اس کے ماننے کے بعد میرے کسی فیصلہ یا فعل پر اگر دِل میں

کوئی کدورت یا رنج آتا ہے تو اپنے ایمان کی فکر کرو۔ وہ ایمان جو خدشات اور توہمات سے بھرا ہوا ہے کوئی نیک نتیجہ پیدا کرنے والا نہیں ہوگا۔ لیکن اگر تم نے سچے دل سے تسلیم کرلیا ہے کہ مسیح موعود واقعی حَکَم ہے تو پھر اس کے حکم اور فعل کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال دو اور اس کے فیصلوں کو عزّت کی نگاہ سے دیکھو تا کہ تم رسول اللہ ﷺ کی پاک باتوں کی عزّت و عظمت کرنے والے ٹھہرو۔''

(ملفوظات، جلد ۳، صفحہ ۷۳)

یہی اصولی تعلیم ہے جو ہر احمدی مرد اور عورت کے لئے قابلِ عمل ہونی چاہئیے کہ ہم ہر کام سے پہلے اس پر غور کریں کہ آیا یہ قرآنِ کریم کی تعلیم کے خلاف تو نہیں۔ آنحضرت ﷺ کے کسی قول یا سُنت کے خلاف تو نہیں۔ اور پھر امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فتویٰ اور ارشاد کے خلاف تو نہیں۔ اگر اس اصول کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ہماری زندگیاں بسر ہوں تو یقیناً اللہ تعالیٰ کے فضل کے ہم امیدوار ہو سکتے ہیں۔

شادی بیاہ کی رسُوم

دوسری قسم کی وہ رسومات ہیں جو مذہب کے ساتھ تو منسوب نہیں کی جاتیں مگر ہماری تہذیب و روایات میں وہ اس طرح مل گئی ہیں کہ ان سے بظاہر پیچھا چھُڑانا مشکل نظر آتا ہے لیکن ہے وہ صریحاً قرآنی تعلیم کے خلاف۔ یہ وہ رسومات ہیں جو عموماً نکاح، شادی اور منگنی وغیرہ کے مواقع پر کی جاتی ہیں۔ شادی کے موقعہ پر خوشی منانا اچھی بات ہے خوشی کا موقعہ ہوتا ہے لیکن قرآنی تعلیم ایسے موقعوں کے لئے یہ ہے کہ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا۔ اسراف نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ اسلام سادگی سکھاتا ہے تکلف اور تصنع کو ناپسند فرماتا ہے لیکن ہمارے ہاں شادیوں میں اسراف سے کام لیا جاتا ہے اپنی استطاعت سے بڑھ کر خرچ

کیا جاتا ہے خواہ اس کے نتیجہ میں قرض دار ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ سُسرال والوں کی طرف سے لڑکی والوں سے بھاری مطالبات کئے جاتے ہیں۔ سُسرال والوں کو جوڑے اور زیور دینے کی ایسی منحوس رسم پڑ چکی ہے کہ جس کی وجہ سے احمدی گھرانوں میں رشتوں کی مشکل پیش آرہی ہے۔ اور اگر رشتہ ہو بھی جاتا ہے تو سُسرال والوں کے مطالبات پورے نہ کئے جاسکنے کی وجہ سے آپس میں جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں جس کا نتیجہ بسا اوقات خلع اور طلاق نکلتا ہے۔ احمدی خواتین اپنے امام کے ہاتھ پر بیعت کرتے وقت یہ عہد دُہراتی ہیں کہ ”جو نیک کام آپ بتائیں گے اس میں آپ کی پوری فرماں برداری کریں گی۔“ رسوم کو چھوڑنا یقیناً عہدِ بیعت کو پورا کرنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”ہماری قوم میں یہ بھی ایک بدرسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے بلکہ حتی الوسع لینا بھی پسند نہیں کرتے یہ سراسر تکبّر اور نخوت کا طریق ہے جو سراسر احکامِ شریعت کے برخلاف ہے۔ بنی آدم سب خدا تعالیٰ کے بندے ہیں رشتہ ناطہ میں صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے اور کسی ایسی آفت میں مُبتلا نہیں جو موجبِ فتنہ ہو۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

یعنی تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ تر بزرگ وہی ہے جو زیادہ تر پرہیز گار ہو۔ ہماری قوم میں یہ بھی ایک بدرسم ہے کہ شادیوں میں صدہا روپیہ کا فضول خرچ ہوتا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ شیخی اور بڑائی کے طور پر برادری میں بھاجی تقسیم کرنا اور اس کا دینا اور کھانا یہ دونوں باتیں عندالشرع حرام ہیں۔ اور آتشبازی چلوانا اور کنجروں اور ڈوموں کو دینا یہ سب حرام مطلق ہیں ناحق روپیہ ضائع ہو جاتا ہے گناہ سر پر چڑھتا ہے۔ صرف اتنا حکم ہے کہ نکاح کرنے والا بعد نکاح کے ولیمہ کرے یعنی چند دوستوں کو کھانا پکا کر کھلا دیوے۔“ (الحکم۔ جلد ۶، ۱۰ر جولائی ۱۹۰۲ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کی بڑی صاحبزادی سیّدہ نصیرہ بیگم صاحبہ کی تقریب رُخصتانہ کے موقع پر ایک تقریر فرمائی تھی اس تقریر سے اصولی طور پر ان رسومات کے متعلق ایک راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

جہیز کے متعلق آپ نے فرمایا:

''دوسری بات جہیز دینا ہے جس چیز کو شریعت نے مقرر کیا ہے وہ یہی ہے کہ مرد عورت کو کچھ دے۔ عورت اپنے ساتھ کچھ لائے یہ ضروری نہیں ہے۔ اور اگر کوئی اس کے لئے مجبور کرتا ہے تو وہ سخت غلطی کرتا ہے۔ ہاں اگر والدین اپنی خوشی سے کچھ دیتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ ضروری نہیں۔ ہاں لڑکے والے نہ دیں گے تو یہ ناجائز ہوگا شریعت نے ہر مرد کے لئے عورت کا مہر مقرر کرنا ضروری رکھا ہے۔''

پھر آپؓ فرماتے ہیں۔

''اس میں شُبہ نہیں کہ جہیز اور بری کی رسوم بہت بُری ہیں اس لئے جتنی جلدی ممکن ہو ان کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے ... ایسی وبا اور مصیبت جو گھروں کو تباہ کر دیتی ہے اس قابل ہے کہ اسے فی الفور مٹا دیا جائے اور میں نے دیکھا ہے کہ اچھے اچھے گھرانے اس رسم میں بہت بُری طرح مُبتلا ہیں۔''

''لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ جہیز اگر کوئی دے بھی سکے تو نہ دے ایسے موقعوں پر ہمارے لئے سُنّت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طرزِ عمل ہے ... خدا تعالیٰ کی طرف سے جو مامور آیا اس کی وحی تازہ بتازہ ہے اور جو کچھ اس نے کہا ہے وہ اس رَس کی طرح ہے جو تازہ پھل سے نچوڑا گیا ہو۔ پس اس کا عمل ہی صحیح سُنّت اور تعلیم اسلام ہے ...

... جو یہ کہے کہ جو جہیز نہیں دیتا وہ غلطی کرتا ہے اور جہیز ضرور دینا چاہیئے تو وہ بھی بدعت پھیلانے والوں میں سے ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے لڑکی کو کچھ دیتا ہے تو یہ ہرگز

بدعت نہیں کہلا سکتی ... اصل بات یہ ہے کہ اپنی استطاعت کے مطابق اگر کوئی دیتا ہے تو اچھی بات ہے لیکن جو شخص یہ معمولی چیزیں بھی دینے کی استطاعت نہیں رکھتا اور پھر زیرِ بار ہو کر ایسا کرتا ہے تو شریعت اسے ضرور پکڑے گی۔ چونکہ اس نے اسراف سے کام لیا حالانکہ قرآنِ کریم میں خدا تعالیٰ نے اسراف تبذیر سے منع فرمایا ہے جیسے ارشاد ہے لا تبذر تبذیرًا۔ اور اسراف کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا ہے لیکن اگر کوئی اپنی طاقت اور خوشی کے مطابق اس سے بہت زیادہ بھی دے دیتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر آج ایک شخص اس قدر حیثیت رکھتا ہے کہ وہ لڑکی کو دس ہزار روپے دے سکتا ہے تو بے شک دے۔ اگر اس کے بعد اس کی حالت انقلابِ دہر کے باعث ایسی ہو جائے کہ دوسری لڑکی کو کچھ بھی نہ دے سکے تو اس پر کوئی الزام نہیں آ سکتا۔ کیوں کہ پہلی کو دیتے وقت اس کی نیّت یہی تھی کہ سب کو دے لیکن اب حالات بدل گئے مختصر یہ کہ بدعت وہ ہے جسے لوگ قطعی حُکم نہ ہونے کے باوجود پابندی سے اختیار کریں اور وہ اسلام سے ثابت نہ ہو لیکن لوگوں کے کہنے سے اس کو ضروری سمجھا جائے یہ نمائش ہوتی ہے۔"

(تقریر حضرت مصلح موعودؓ مصباح ۱۵ ر مئی ۱۹۳۰ء)

تحریکِ جدید کی غرض بھی یہی تھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے جماعت کی ترّقی کے لئے تحریکِ جدید کے اصول القا فرمائے تھے کہ جماعت کی ترّقی وابستہ ہے سادگی کے اصولوں پر چلنے سے۔ تقریبات سادگی سے کرنے اور اسراف سے بچنے اور اپنے روپے کو بچا کر اشاعتِ اسلام میں خرچ کرنے سے۔ اسی غرض سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے شادیوں میں سادگی اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ بَری اور جہیز کی نمائش سے منع فرمایا۔ نمائش کرنے کے نتیجہ میں ایک دوسرے کی نقل کی جاتی ہے اور جو غریب گھرانہ اتنا سامان جہیز میں بیٹی کو نہیں دے سکتا وہ اپنے ہمسایہ کی نقل میں قرض لے کر اتنا دینے کی کوشش

کرتا ہے۔ سسرال والوں کو جوڑے دینے سے منع فرمایا۔ مہندی لے جانے سے خاص طور پر روکا یہ ایک فضول رسم ہے۔ مہندی بے شک دُلہن کے لگائی جائے لیکن اس کے گھر والے بچی کو گھر میں لگا دیں اس کے لئے نمائش کرتے ہوئے سُسرال سے مہندی لے کر جانے اور ایک علیٰحدہ تقریب پیدا کرنا محض نمائش اور اسراف ہے۔ لڑکی کی شادی میں کھانا یا چائے کرنے سے منع فرمایا تا کہ صرف دعا میں کثرت سے لوگ شامل ہوں۔ سوائے اس کے کہ لڑکی کی بارات کسی دوسرے شہر سے آرہی ہو۔ لڑکی کی شادی کے موقع پر چائے یا کھانا دینے میں بظاہر کوئی حرج نہیں۔ گھر آئے مہمان کی مہمان نوازی کرنا اسلام کا ایک حکم ہے لیکن یہ سمجھ لینا کہ ضرور کھلایا جائے یہ بدعت ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد مندرجہ ذیل ہے۔

''لڑکی والوں کی طرف سے دعوت جہاں تک میں نے غور کیا ہے ایک تکلیف دہ چیز ہے لیکن اگر لڑکی والے بغیر دعوت کے آنے والوں کو کچھ کھلا دیں تو یہ ہرگز بدعت نہیں۔ ہاں اگر یہ کہا جائے جو نہیں کھلاتا وہ غلطی کرتا ہے تو یہ ضرور بدعت ہے ...

لیکن اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے ... آنے والے مہمانوں کو کچھ کھلاتا ہے تو یہ ہرگز بدعت نہیں کہلا سکتی۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مبارکہ بیگم کی شادی پر بعض چیزیں اپنے پاس سے روپے دے کر آنے والے مہمانوں کے لئے امرتسر سے منگوائیں۔ جو شخص یہ سمجھ کر کہ ایسا کرنا ضروری ہے ایسا کرتا ہے وہ بدعتی ہے لیکن جو شخص اپنے فطری احساس اور جذبہ کے ماتحت آنیوالوں کی کچھ خاطر کرتا ہے اُسے بدعت نہیں کہا جا سکتا۔''

(اقتباس از تقریر حضرت مصلح موعودؓ مصباح ۱۵رمئی ۱۹۳۰ء)

میں سمجھتی ہوں کہ شادی بیاہ کی تقریبات کے سلسلہ میں مذکورہ بالا اقتباسات جماعت کی خواتین کی راہ نمائی کرنے کے لئے کافی ہوں گے لیکن تحریکِ جدید جاری کرنے کے بعد جماعت کی

اقتصادی حالت کو بہتر بنانے اور اس لئے تا امیر وغریب سب اپنے بھائی کی بچی کی شادی میں شرکت کر سکیں۔ امیر وغریب کا تفاوت باقی نہ رہے۔ آپ نے حکم دیا کہ احبابِ جماعت سادگی کے ساتھ رخصتانہ کی تقریب کر دیا کریں۔ سب بھائی بہنیں شادی والے گھرانہ کی خوشی کی تقریب میں شرکت کر لیں۔ دعا کے ساتھ بچی کو رخصت کر دیں اور ہمارے معاشرہ کی یہ شادیاں نمونہ بن جائیں تمام عالمِ اسلام کے گھرانوں کے لئے۔ مگر ابھی تک سو فیصدی حضرت مصلح موعودؓ کے اس فرمان پر جماعت کے احباب عمل نہیں کر رہے بہت سے گھرانوں میں اب بھی شادی کے کارڈوں پر باقاعدہ عصرانہ اور طعام کے الفاظ چھپے نظر آتے ہیں۔ پھر بعض گھرانے صرف شادی کی دعوتِ طعام پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ مہندی والے دن بھی چائے یا کھانا دینا ضروری سمجھتے ہیں اور اس طرح جو غرض سادگی اختیار کرنے کی حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد میں تھی وہ پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مستورات کو خطاب فرماتے ہوئے کہا تھا۔

''اس سال بعض واقعات (گو وہ تھوڑے ہیں) جماعت میں ہوئے ہیں جن کی وجہ سے میرے لئے ضروری ہے کہ میں آپ میں سے ہر ایک کو تنبیہہ کر دوں۔ شادی بیٹے کی تھی یا بیٹی کی بعض افراد نے خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف نمائش اور رسوم کو اختیار کیا اور اتنا قرض اُٹھا لیا کہ بعد میں انہیں یہ کہنا پڑا کہ ہمارے چندوں میں تخفیف کی جائے۔ اگر یہ صورت تھی تو تم نے ان بدرسوم اور نمائش کو اختیار ہی کیوں کیا تھا کہ اس کی وجہ وجہ سے آج تم ثواب سے محروم ہو رہے ہو۔ اس کے اور بھی نقصانات ہیں صرف وقتی طور پر ہی ان کی وجہ سے نقصان نہیں ہوتا بلکہ اس کے نقصانات کا ایک سلسلہ چل پڑتا ہے جس میں سے انسان کو گزرنا پڑتا ہے۔ تمہاری زندگی میں کوئی اسراف نہیں ہونا چاہیئے۔ تمہاری زندگی میں کوئی رسم نہیں ہونی چاہیئے۔''

(۲۲/اکتوبر ۱۹۶۶ء بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ مرکزیہ)

پس ہمیں قرآن مجید کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے شادی کی سب فضول رسوم ترک کر دینی چاہئیں۔ جہاں مطالبات پورے کئے جائیں گے وہاں آپس میں اخوّت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ وہ محبت اور پیار جوان رشتوں کی بقا کا موجب ہوتا ہے جن کی اساس پر آئندہ تعلقات کی بُنیاد پڑتی ہے وہ جاتا رہے گا اور ہمارے معاشرہ کی فضا پُر امن اور صاف نہیں رہے گی جس کا تقاضا اسلامی معاشرہ کرتا ہے۔

شادی کی تقریب پر ایک ضروری چیز گانا بجانا سمجھی گئی ہے۔ جہاں تک خوشی کی تقریب میں خوشی کے گانے گائے جانے کا سوال ہے جائز ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بچیوں کا گیت گانا ثابت ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات تحریر کرتی ہوں۔

میاں اللہ بخش صاحب امرتسری نے عرض کیا کہ حضورؑ یہ جو براتوں کے ساتھ باجے بجائے جاتے ہیں اس کے متعلق حضورؑ کیا حکم دیتے ہیں؟

فرمایا:

''فقہا نے اعلان بالدّف کو نکاح کے وقت جائز رکھا ہے اور یہ اس لئے کہ پیچھے جو مقدمات ہوتے ہیں تو اس سے گویا ایک قسم کی شہادت ہو جاتی ہے۔ ہم کو مقصود بالذات لینا چاہیئے۔ اعلان کے لئے یہ کام کیا جاتا ہے یا اپنی شیخی اور تعلّی کا اظہار مقصود ہے... بلکہ نسبتوں کی تقریب پر جو شکّر وغیرہ بانٹتے ہیں دراصل یہ بھی اس غرض کے لئے ہوتی ہے کہ دوسرے لوگوں کو خبر ہو جاوے اور پیچھے کوئی خرابی پیدا نہ ہو مگر اب یہ اصل مطلب مفقود ہو کر اس کی جگہ رسم نے لے لی ہے۔'' (ملفوظات، جلد ۳، صفحہ ۴۰۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ شادی کا اعلان ہونا ضروری ہے۔

اسی غرض سے پہلے دف بجائی جاتی تھی اب یہ اعلان مسجد میں ہوجاتا ہے یا الفضل میں یا سلسلہ کے کسی اور اخبار میں شائع ہوجاتا ہے اور جماعت کو معلوم ہوجاتا ہے کہ فلاں گھرانہ میں نکاح ہوگیا ہے۔ چپ چپاتے بغیر اعلان شادی جائز نہیں۔

آتش بازی وغیرہ کے متعلق آپؑ فرماتے ہیں۔

”آتش بازی اور تماشا وغیرہ یہ بالکل منع ہیں کیوں کہ اس سے مخلوق کو کوئی فائدہ بجز نقصان کے نہیں ہے۔“

(ملفوظات، جلد ۳، صفحہ ۴۰۳)

پھر یہ سوال کیا گیا کہ لڑکی یا لڑکے والوں کے ہاں جو جوان عورتیں مل کر گھر میں گاتی ہیں ہو کیسا ہے۔ فرمایا:

”اصل یہ ہے کہ یہ بھی اسی طرح پر ہے اگر گیت گندے اور ناپاک نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لے گئے تو لڑکیوں نے مل کر آپؐ کی تعریف میں گیت گائے تھے...

غرض اس طرح پر اگر فِسق و فجور کے گیت نہ ہوں تو منع نہیں مگر مردوں کو نہیں چاہیئے کہ عورتوں کی ایسی مجلسوں میں بیٹھیں۔ یہ یاد رکھو کہ جہاں ذرا بھی مظنّہ فِسق و فجور کا ہو وہ منع ہے۔

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
ولیکن میفزائے بر مصطفٰے

یہ ایسی باتیں ہیں کہ انسان ان میں خود فتویٰ لے سکتا ہے جو امر تقویٰ اور خدا کی رضا کے خلاف ہے مخلوق کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے وہ منع ہے اور پھر جو اسراف کرتا ہے وہ سخت گناہ کرتا ہے۔ اگر ریا کاری کرتا ہے تو گناہ ہے۔ غرض کوئی ایسا امر نہیں جس میں اسراف، ریا،

فسق، ایذائے خلق کا شائبہ ہو وہ منع ہے۔ اور جو اُن سے صاف ہو وہ منع نہیں، گناہ نہیں۔ کیوں کہ اصل اشیاء کی حلّت ہے۔''

(ملفوظات، جلد ۳ ،صفحہ ۴۰۴)

وفات کے متعلق رُسوم

تیسری قسم کی رسومات کا تعلق انسان کی وفات کے ساتھ ہے۔ غیر احمدیوں میں تو قُل ، چہلم ، دسواں ، چالیسواں نہ جانے کیا کیا ہوتا ہے الحمد للہ کہ احمدیوں میں یہ چیزیں نہیں پائی جاتیں لیکن بعض بعض جگہ سے مستورات کے متعلق ایسا کرنے کی شکایات ملتی رہتی ہیں یا ایسی محفلوں میں شمولیت اور دوسروں کے ساتھ مل کر ایسی رسومات کرنا جو توحید کے سراسر خلاف ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''(۱) ماتم کی حالت میں جزع فزع اور نوحہ یعنی سیاپا کرنا اور چیخیں مار کر رونا اور بے صبری کے کلمات مُنہ پر لانا یہ سب ایسی باتیں ہیں جن کے کرنے سے ایمان کے جانے کا اندیشہ ہے اور یہ سب رسمیں ہندوؤں سے لی گئی ہیں۔ جاہل مسلمانوں نے اپنے دین کو بھُلا دیا اور ہندوؤں کی رسمیں پکڑ لیں۔ کسی عزیز اور پیارے کی موت کی حالت میں مسلمانوں کے لئے قرآن شریف میں حُکم ہے کہ صرف انّا للّٰہ وانّآ الیہ راجعون کہیں۔ یعنی ہم خدا کا مال اور مِلک ہیں اسے اختیار ہے جب چاہے اپنا مال لے لے اور اگر رونا ہو تو صرف آنکھوں سے آنسو بہانا جائز ہے اور جو اس سے زیادہ ہے وہ شیطان سے ہے۔

(۲) دوم برابر ایک سال تک سوگ اور نئی نئی عورتوں کے آنے کے وقت یا بعض خاص دنوں میں سیاپا کرنا اور باہم عورتوں کا سر ٹکرا کر چلاّ کر رونا اور کچھ کچھ مُنہ سے بھی بکواس کرنا اور پھر برابر ایک برس تک بعض چیزوں کا پکانا چھوڑ دینا اس عذر سے کہ ہمارے گھر میں یا ہماری برادری میں ماتم ہو گیا ہے۔ یہ سب ناپاک رسمیں اور گناہ کی باتیں ہیں جن سے پرہیز کرنا

چاہئیے۔

(۳) سوم سیاپا کرنے کے دنوں میں بے جا خرچ بھی ہوتے ہیں۔حرام خور عورتیں شیطان کی بہنیں جو دُور دُور سے سیاپا کرنے آتی ہیں اور مکر وفریب سے مُنہ کو ڈھانک کر اور بھینسوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا کر چیخیں مار کر روتی ہیں اور ان کو اچھے سے اچھے کھانے کھلائے جاتے ہیں اور اگر مقدور ہو تو اپنی شیخی اور بڑائی جتانے کے لئے صد ہا روپے کا پلاؤ اور زردہ پکا کر برادری میں تقسیم کیا جاتا ہے اس غرض سے کہ تا لوگ واہ واہ کریں کہ فلاں شخص نے مرنے پر اچھی کرتوت کر دکھلائی اچھا نام پیدا کیا سو یہ سب شیطانی طریق ہیں ان سے توبہ کرنا لازم ہے۔

(۴) اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے تو گو وہ جوان ہی ہو دوسرا خاوند کرنا ایسا بُرا جانتی ہے جیسے کوئی بڑا بھاری گناہ ہوتا ہے اور تمام عمر بیوہ اور رانڈ رہ کر یہ خیال کرتی ہے کہ میں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے اور پاک دامن بیوہ ہوگئی ہوں حالانکہ اس کے لئے بیوہ رہنا سخت گناہ کی بات ہے۔عورتوں کے لئے بیوہ ہونے کی حالت میں خاوند کر لینا نہایت ثواب کی بات ہے ایسی عورت حقیقت میں بڑی نیک بخت اور ولی ہے جو بیوہ ہونے کی حالت میں بُرے خیالات سے ڈر کر کسی سے نکاح کر لے اور نابکار عورتوں کے لعن وطعن سے نہ ڈرے۔ایسی عورتیں جو خدا اور رسول کے حکم سے روکتی ہیں خود لعنتی اور شیطان کی چیلیاں ہیں جن کے ذریعہ سے شیطان اپنا کام چلاتا ہے۔جس عورت کو اللہ اور رسولؐ پیارا ہے اس کو چاہئیے کہ بیوہ ہونے کے بعد کوئی ایمان دار اور نیک بخت خاوند تلاش کرے اور یاد رہے کہ خاوند کی خدمت میں مشغول رہنا بیوہ ہونے کی حالت کے وظائف سے صدہا درجہ بہتر ہے۔‘‘

(الحکم جلد ۶ نمبر ۲۴ مؤرخہ ۱۰؍جولائی ۱۹۰۲ء)

رسومات کی بجا آوری میں آنحضرت ﷺ کی بھی ہتک ہوتی ہے۔اس کے متعلق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''قُلْ اِنْ کُنْتُم تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ

اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کا ایک یہی طریق ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سچی فرمانبرداری کی جائے۔ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ طرح طرح کی رسومات میں گرفتار ہیں۔ کوئی مرجاتا ہے تو قسم قسم کی بدعات اور رسومات کی جاتی ہیں حالانکہ چاہیئے کہ مُردہ کے حق میں دعا کریں۔ رسومات کی بجا آوری میں آنحضرت ﷺ کی صرف مخالفت ہی نہیں بلکہ ہتک بھی کی جاتی ہے اور وہ اس طرح سے کہ گویا آنحضرت ﷺ کے کلام کو کافی نہیں سمجھا جاتا ... اگر کافی خیال کرتے تو اپنی طرف سے رسومات گھڑنے کی کیوں ضرورت پڑتی۔''

ایک بزرگ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ حضور میں نے اپنی ملازمت سے پہلے یہ منّت مانی تھی کہ جب میں ملازم ہو جاؤں گا تو آدھ آنہ فی روپیہ کے حساب سے نکال کر اس کا کھانا پکوا کر حضرت پیرانِ پیر کا ختم دلواؤں گا۔ اس کے متعلق حضورؑ کیا فرماتے ہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ:

''خیرات تو ہر طرح اور ہر رنگ میں جائز اور جیسے چاہے انسان دے مگر اس فاتحہ خوانی سے ہمیں نہیں معلوم کیا فائدہ؟ اور کیوں کیا جاتا ہے؟ میرے خیال میں یہ جو ہمارے ملک میں رسم جاری ہے کہ اس پر کچھ قرآن شریف وغیرہ پڑھا کرتے ہیں یہ طریق تو شرک ہے اور اس کا ثبوت آنحضرت ﷺ کے فعل سے نہیں۔ غرباء اور مساکین کو بے شک کھانا کھلاؤ۔''

(ملفوظات، جلد ۵، صفحہ ۲۴۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں سوال پیش ہوا کہ کسی کے مرنے کے بعد چند روز لوگ ایک جگہ جمع رہتے اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں فاتحہ خوانی ایک دعائے مغفرت ہے پس

اس میں کیا مضائقہ؟

فرمایا:

''ہم تو دیکھتے ہیں وہاں سوائے غیبت اور بے ہودہ بکواس کے کچھ اور نہیں ہوتا۔ پھر یہ سوال ہے کہ آیا نبی کریمؐ یا صحابہ کرامؓ و ائمہ عظام میں سے کسی نے یوں کیا؟ جب نہیں کیا تو کیا ضرورت ہے خواہ مخواہ بدعات کا دروازہ کھولنے کی؟ ہمارا مذہب تو یہی ہے کہ اس رسم کی کچھ ضرورت نہیں ناجائز ہے۔ جو جنازہ میں شامل نہ ہوسکیں وہ اپنے طور سے دعا کریں یا جنازہ غائب پڑھ لیں۔''

(ملفوظات، جلد ۹، صفحہ ۲۷۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں عرض کیا گیا کہ جب کوئی مسلمان مرجائے تو اس کے بعد فاتحہ خوانی کا دستور ہے اس کی شریعت میں کوئی اصل ہے یا نہیں؟

فرمایا:

''نہ حدیث میں اس کا ذکر ہے نہ قرآن شریف میں نہ سُنّت میں۔''

عرض کیا گیا کہ اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ دعائے مغفرت ہی ہے؟

فرمایا:

''نہ اسقاط درست نہ اس طریق سے دعا ہے کیونکہ بدعتوں کا دروازہ کھل جاتا ہے۔''

(ملفوظات، جلد ۸، صفحہ ۴۲۴)

ایک اور موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''یہ درست نہیں بدعت ہے آنحضرت ﷺ سے یہ ثابت نہیں کہ اس طرح صف بچھا کر بیٹھتے اور فاتحہ خوانی کرتے تھے۔''

(ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۳۹۱)

مسلمانوں میں وفات کے تیسرے دن قُل کرنے کا رواج پایا جاتا ہے اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''قُل خوانی کی کوئی اصل شریعت میں نہیں ہے۔صدقہ، دعا، استغفار میّت کو پہنچتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۳۹۰)

پھر فرمایا:

''دین تو ہم کو نبی کریم ﷺ سے ملا ہے۔اس میں ان باتوں کا نام تک نہیں ہے۔صحابہ کرامؓ بھی فوت ہوئے کیا کسی کے قُل پڑھے گے؟ صد ہا سال کے بعد اور بدعتوں کی طرح یہ بھی ایک بدعت نکل آئی ہے۔''

(ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۳۹۰)

موت ہر انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے اس مرحلہ پر بھی ہماری کوشش ہونی چاہیئے کہ وہ نمونہ دکھائیں جو آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ دکھاتے رہے اور جو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دکھایا۔کوئی فعل ایسا نہ ہو جو آں حضرت ﷺ کی سُنّت اور قرآنِ مجید کے احکام کے خلاف ہو۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

بچّہ کی پیدائش کے متعلق رسُوم

چوتھے نمبر پر وہ رسُوم ہیں جن کا تعلق بچّہ کی پیدائش سے ہے۔بچّہ کی پیدائش پر شریعت کا تو یہ حُکم ہے کہ بچّہ کے کان میں اذان دو۔ساتویں دن عقیقہ کرواؤ، بال کٹواؤ، بکرا ذبح کرو اور لڑکا ہے تو ختنہ کراؤ، بکرے کا گوشت خود کھاؤ، دوستوں کو کھلاؤ اور غرباء میں تقسیم کرو تاکہ وہ بھی تمہاری خوشی میں شامل ہوں لیکن اس کے برعکس ابھی تک بعض احمدی گھرانوں میں بھی ختنوں کے موقع پر باقاعدہ تقریب کی جاتی ہے دعوت ہوتی ہے۔عزیز و اقرباء اکھٹے ہوتے ہیں اور اسراف سے کام لیا جاتا ہے حالانکہ یہ صریحاً بدعت ہے اس کا جواز اسلامی تاریخ

اور سُنّت سے کہیں نہیں ملتا۔

بچّوں کے سلسلہ میں ایک رسم اور کی جاتی ہے اور وہ ہے بسم اللہ کی تقریب۔ ہر مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ کا حُکم ہے کہ وہ اپنے بچّوں کی تعلیم اور تربیت کی طرف توجّہ دے۔ درحقیقت تو جس دن بچّہ پیدا ہوتا ہے اذان دینے سے ہی اس کی تربیت شروع ہو جاتی ہے تاہم جب پڑھنے کے لائق ہو تو اس کی تعلیم کا انتظام کیجئے۔ سب سے مقدّم یہ ہے کہ پہلے قرآن مجید پڑھایا جائے۔ بعض لوگ بچے خواہ بعد میں پڑھے یا نہ پڑھیں لیکن چار یا ساڑھے چار سال کی عمر میں باقاعدہ بچّہ کی بسم اللہ کی تقریب منعقد کرتے ہیں اور اسراف سے کام لیتے ہیں۔

ایک شخص نے بذریعہ تحریر (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں) عرض کی کہ ہمارے ہاں رسم ہے کہ جب بچّہ کو بسم اللہ کرائی جائے تو بچّہ کو تعلیم دینے والے مولوی کو ایک عدد تختی چاندی یا سونے کی اور قلم و دوات چاندی یا سونے کی دی جاتی ہے۔ اگرچہ میں ایک غریب آدمی ہوں مگر چاہتا ہوں کہ یہ اشیاء اپنے بچّہ کی بسم اللہ پر آپؑ کی خدمت میں ارسال کروں۔ حضرت اقدسؑ نے جواب میں فرمایا:۔

”تختی اور قلم دوات سونے یا چاندی کی دینا یہ سب بدعتیں ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہیئے اور باوجود غریب کے اور کم جائداد ہونے کے اس قدر اسراف اختیار کرنا سخت گناہ ہے۔“

(ملفوظات، جلد ۹، صفحہ ۳۴۸)

ایک اور رسم جو انگریزوں کی تقلید میں اب ہمارے ملک میں جاری ہوگئی ہے وہ ہے سالگرہ کی رسم۔ یعنی بچّہ کی پیدائش کا دن ہر سال منانا اور اور اس پر دعوت پارٹی دینی یہ سب فضولیات ہیں جن سے گریز کرنا چاہیئے بے شک آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے خُذْمَا صَفَا دَعْ مَا کَدَرْ اگر اچھی پاک صاف بات کسی قوم میں بھی نظر آئے اسے اختیار کرو لیکن بُری

بات اپنی قوم میں بھی ہو تو چھوڑ دو۔ سالگرہ کی رسم ''ماصفا'' کے ماتحت نہیں آتی ۔ یہ تو نقل ہے مغربی تہذیب کی فائدہ اس کا کچھ نہیں وہی مال جو انسان غریبوں کی مدد کے لئے یا اشاعتِ اسلام کے لئے خرچ کر سکتا تھا ہو ایک دن کی تقریب میں خرچ کر دیتا ہے۔ اس کی بجائے اگر ماں باپ اپنے بچّہ کے ایک سال اور خیریت سے گزرنے پر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے اپنے آپ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے غریب اور ضرورت مند بچّوں کے کپڑوں، تعلیم اور علاج پر خرچ کریں تا قوم کو فائدہ ہو اور اللہ تعالیٰ خوش ہو۔

یہ رسمیں کیسے بنتی ہیں؟

کیوں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ محض نمائش، دکھاوا اور اس بات کے اظہار کے لئے کہ ایک نے شادی یا کسی اور تقریب پر پانچ ہزار خرچ کئے تو دوسرا فخر یہ کہتا ہے میں نے دس ہزار کئے۔ محض نمائش، دکھاوا یا برادری میں اپنی ناک اونچی رکھنے کے لئے۔ حالانکہ مومن کی زندگی کا مقصد دین کو دُنیا پر مقدم رکھنا ہوتا ہے۔ اور یہی مقصد ہر احمدی عورت اور مرد کا ہونا چاہیئے اور ہر کام کرنے کی نیت محض رضائے الٰہی اور اطاعت رسول اللہ ﷺ ہونی چاہیئے ۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے اِنَّمَا الْاَ عْمَالُ بِالنِّیَّاتِ بہت سے بظاہر اچھے نظر آنے والے کام انجام کے لحاظ سے اچھے اس لئے نہیں ہوتے کہ ان کے کرتے ہوئے نیّت پاک وصاف نہیں ہوتی۔

آمین کی تقریب

احمدی گھرانوں میں ایک اور تقریب منائی جاتی ہے جس کو آمین کہتے ہیں ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بچّہ کے قرآن مجید ختم کرنے کی خوشی میں کوئی تقریب بغرض دعا منعقد کی جائے ۔ بچّہ کو یہ احساس ہو کہ میرا پہلا فرض قرآن مجید ختم کرنا تھا الحمد للہ کہ میں نے ختم کر لیا۔ اور دوسرے بچّے جو شامل ہوں ان کو تحریک ہو جائے کہ ہم بھی جلدی جلدی پڑھیں۔ ہمارے

لئے اصل جواز اسی کام میں ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بچوں کی آمین کی اس لئے ہمارے لئے یہ فعل جائز ہے لیکن اس کو بھی رسم نہیں بنانا چاہئیے کہ ضرور ہی کیا جائے۔ اصل غرض دعا ہے۔ اگر اس تقریب میں بھی اسراف سے کام لیا جانے لگ جائے تو یہ تقریب بھی ناپسندیدہ امر بن جائے گی۔ ہاں سادگی سے دعا کی غرض سے تقریب منعقد کی جائے تو اچھی اور پسندیدہ بات ہے۔

جب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مَدَّ ظلہا العالی کی آمین ہوئی اس وقت جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا معمول تھا کہ خدا تعالیٰ کے انعام وعطایا پر شکریہ کے طور پر صدقات دیتے تھے آپؑ نے دعوت دی۔ اس پر حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک سوال کیا کہ حضور یہ آمین جو ہوئی ہے یہ کوئی رسم ہے؟ یا کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے ایک تقریر فرمائی اس کے کچھ حصّے درج ذیل کرتی ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''جو امر یہاں پیدا ہوتا ہے اس پر اگر غور کیا جاوے اور نیک نیّتی اور تقویٰ کے پہلوؤں کو ملحوظ رکھ کر سوچا جائے تو اس سے ایک علم پیدا ہوتا ہے میں اس کو آپ کی صفائی قلب اور نیک نیّتی کا نشان سمجھتا ہوں کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کو پوچھ لیتے ہیں... بخاری شریف کی پہلی حدیث یہ ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ اعمال نیّت پر ہی منحصر ہیں۔ صحت نیّت کے ساتھ کوئی جُرم بھی جُرم نہیں رہتا۔ قانون کو دیکھو اس میں بھی نیّت کو ضروری سمجھا ہے۔ مثلاً ایک باپ اگر اپنے بچہّ کی تنبیہہ کرتا ہو کہ مدرسہ جا کر پڑھ اور اتفاق سے کسی ایسی جگہ چوٹ لگ جائے کہ وہ بچہّ مر جائے تو دیکھا جائے گا کہ یہ قتل عمد مستلزم سزا نہیں ٹھہر سکتا کیوں کہ اس کی نیّت بچہّ کو قتل کرنے کی نہ تھی۔ تو ہر ایک کام میں نیّت پر بہت بڑا انحصار ہے۔ اسلام میں یہ مسئلہ بہت سے

امور کو حل کر دیتا ہے۔ پس اگر نیک نیّتی کے ساتھ محض خدا تعالیٰ کے لئے کوئی کام کیا جاوے اور دُنیا داروں کی نظر میں وہ کچھ ہی ہو تو اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔''

پھر آپؑ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے وہ بالکل واضح اور بیّن ہے۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل سے اسے کر کے دکھا دیا ہے۔ آپ کی زندگی کامل نمونہ ہے لیکن باوجود اس کے ایک حصّہ اجتہاد کا بھی ہے جہاں واضح طور پر قرآن شریف یا سُنّتِ رسول اللہ ﷺ میں اپنی کمزوری کی وجہ سے کوئی بات نہ پا سکے تو اس کو اجتہاد سے کام لینا چاہیئے۔ مثلاً شادیوں میں جو بھاجی دی جاتی ہے اگر اس کی غرض صرف یہی ہے کہ تا دوسروں پر اپنی شیخی اور بڑائی کا اظہار کیا جاسے تو یہ ریا کاری اور تکبّر کے لئے ہو گی اس لئے حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص محض اس نیّت سے کہ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کا عملی اظہار کرے اور مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ پر عمل کرنے کے لئے دوسرے لوگوں سے سلوک کرنے کے لئے دے تو یہ حرام نہیں۔ پس جو کوئی شخص اس نیّت سے تقریب پیدا کرتا ہے اور اس میں معاوضہ ملحوظ نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا غرض ہوتی ہے تو پھر وہ ایک سو نہیں خواہ ایک لاکھ کو کھانا دے منع نہیں۔ اصل مدّ عا نیّت پر ہے نیّت اگر خراب فاسد ہو تو ایک جائز اور حلال فعل کو بھی حرام بنا دیتی ہے۔ ایک قصّہ مشہور ہے ایک بزرگ نے دعوت کی اور اس نے چالیس چراغ روشن کئے بعض آدمیوں نے کہا اس قدر اسراف نہیں چاہیئے اس نے کہا جو چراغ میں نے ریا کاری سے روشن کیا ہے اسے بجھا دو کوشش کی گئی ایک بھی نہ بُجھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی فعل ہوتا ہے اور دو آدمی اس کو کرتے ہیں مگر ایک اس فعل کو کرنے میں مرتکب معاصی کا ہوتا ہے اور دوسرا ثواب کا۔ اور یہ فرق نیّتوں کے اختلاف سے پیدا ہوتا ہے۔''

پھر فرمایا:

"اسی طرح پر میں ہمیشہ اس فکر میں رہتا ہوں اور سوچتا رہتا ہوں کہ کوئی ایسی راہ نکلے جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا اظہار ہو اور لوگوں کو اس پر ایمان پیدا ہو۔ ایسا ایمان جو گناہ سے بچاتا ہے اور نیکیوں کے قریب کرتا ہے میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے مجھ پر لا انتہا فضل اور انعام ہیں۔ ان کی تحدیث مجھ پر فضل ہے۔ پس میں جب کوئی کام کرتا ہوں تو میری غرض اور نیّت اللہ تعالیٰ کے جلال کا اظہار ہوتی ہے ایسا ہی اس آمین کی تقریب پر بھی ہوا ہے... اس وقت جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھ لیا تو مجھے کہا گیا کہ اس تقریب پر چند دعائیہ شعر جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا شکریہ بھی ہو لکھ دوں۔ میں جیسا کہ ابھی کہا ہے اصلاح کی فکر میں رہتا ہوں میں نے اس تقریب کو بہت ہی مبارک سمجھا اور میں نے مناسب جانا کہ اس طرح پر تبلیغ کر دوں۔"

(ملفوظات، جلد ۴، صفحہ ۴ تا ۴۸)

دنیا کو دین پر مقدم رکھنے والوں کے انجام کی طرف قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے یوں توجہ دلائی ہے۔ فرماتا ہے:۔

فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی۔

یعنی جس شخص نے احکامِ الٰہی سے سرکشی اختیار کی اور دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دی یقیناً جہنم ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

لیکن اس کے برعکس فرماتا ہے:

اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی۔

جس نے اپنے رب کی شان سے خوف کیا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا اور خدا تعالیٰ کی خاطر برادری کے تعلقات کی پرواہ نہ کی یقیناً جنّت میں اس کا ٹھکانا ہے۔"

اسی چیز کی طرف توجّہ دلاتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ

العزیز فرماتے ہیں۔

’’خدا تعالیٰ کے احکامات میں ایک حصّہ نواہی کا ہے یعنی بعض باتیں ایسی ہیں جن سے وہ روکتا ہے۔ مثلاً دنیوی رسم ورواج ہیں جن کی وجہ سے بعض لوگ اپنی استطاعت سے زیادہ بچوں کی بیاہ شادی پر خرچ کر دیتے ہیں حالانکہ وہ اسراف ہے جس سے اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم نے رسم ورواج کو پورا کرنے کے لئے خرچ نہ کیا ہمارے رشتہ داروں میں ہماری ناک کٹ جائے گی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری خاطر رسم ورواج کو چھوڑ کر اپنی ناک کٹواؤ تب تمہیں میری طرف سے عزّت کی ناک عطا کی جائے گی۔

(الفضل ۲۰/اپریل ۱۹۶۶ء)

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے متعلق جو اللہ تعالیٰ کے تعلقات پر دُنیا کے تعلقات کو ترجیح دیتے ہیں فرماتا ہے سَنَسِمُہٗ عَلَی الْخُرْطُوْمِ اس دُنیا میں انہوں نے اپنی ناک اُونچی رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پرواہ نہ کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیامت کے دن ہم ان اُونچی ناکوں کو داغ لگائیں گے۔

عہدِ بیعت ہم سے کیا تقاضا کرتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعثت کی ایک غرض یہ بتائی ہے کہ آپؑ کی بیعت کے ذریعہ ایک گروہ متقیوں کا پیدا ہو جو دین کو دنیا پر مقدّم رکھنے والا ہو۔ اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء کی کامل اطاعت کر کے اپنے آپ کو اس تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت میں شامل کرتے ہیں تو یقیناً ہم اپنے عہدِ بیعت کو پورا کرنے والے ہیں کہ دین اور دین کی عزّت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزّت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’یہ سلسلہ بیعت محض بمرادفراہمی طائفہ متّقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متّقیوں کا ایک بھاری گروہ دُنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اوران کا اتفاق اسلام کے لئے برکت وعظمت ونتائج خیر کا موجب ہو اور وہ بابرکت کلمہ وحدت پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک اور مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل بخیل اور بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور ناانصافی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اوراس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے۔ بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام تر کوششیں اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دُنیا میں پھیلیں اور محبتِ الٰہی اور ہمدردی بندگانِ خدا کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامتِ خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہرادے اوراس قدوس جلیل الذّات نے مجھے جوش بخشا ہے تا کہ میں متقی طالب علموں کی تربیتِ باطنی میں مصروف ہو جاؤں اوران کی آلودگی کے ازالہ کے لئے رات دن کوشش کرتا رہوں اوران کے لئے وہ نُور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدا کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے ... اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے لئے جو داخلِ سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہوگا۔‘‘

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن، جلد ۳، صفحہ ۵۶۱۔ ۵۶۳)

پس ہم جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء کے ہاتھ پر بیعت کی ہے ہمیں آپؑ کے اس ارشاد کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنا چاہیئے کہ ہر قسم کی رسوم۔

ہواوہوس کو چھوڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی زندگیاں گزاریں۔ایک پاک تبدیلی ہمارے نفوس میں پیدا ہو اور اس کی روشنی ہر طرف پھیلے۔ہم نمونہ بنیں اسلامی برکات کا اور ان لوگوں میں شامل ہوں جن کو قبولیت اور نُصرت دی جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض احیاءِ شریعت اور ایک نئی زمین اور نئے آسمان کا قائم کرنا تھا۔وہ نیا آسمان اور نئی زمین اسی وقت تعمیر ہو سکتے ہیں جب پُرانی زمین اور پُرانے آسمان سے مُنہ موڑتے ہوئے موجودہ تہذیب کی دھجّیاں اُڑاتے ہوئے ہم اس تہذیب کو اپنائیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کی قائم کردہ ہے اور حقیقی تقویٰ پر قائم ہو جائیں۔

ہم قربانی دیں جذبات کی۔

قربانی دیں دیرینہ عادات کی۔

قربانی دیں اپنی برادری کی روایات کی۔

دُنیا کی محبت دل سے نکل جائے۔

اللہ کی خاطر تلخی کی زندگی کو قبول کریں۔

جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

تقویٰ یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو
کبرو غرور بُخل کی عادت کو چھوڑ دو
اس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو
اُس یار کے لئے رہِ عشرت کو چھوڑ دو
لعنت کی ہے یہ راہ سو لعنت کو چھوڑ دو
ورنہ خیال حضرتِ عزّت کو چھوڑ دو

تلخی کی زندگی کو کرو صدق سے قبول
تاتم پہ ہو ملائکہ عرش کا نزول
اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترکِ رضائے خویش پئے مرضی خدا

ہم روزانہ کئی کئی بار نماز میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں اِھْدِنَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہمیں سیدھے راستہ پر چلائیو۔ ایسا راستہ جو سیدھا تجھ تک جاتا ہو۔ یہ سیدھا راستہ آنحضرت ﷺ کی سُنّت پر عمل کرنے سے نصیب ہوسکتا ہے۔ یہ سیدھا راستہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات پر عمل کرنے سے نصیب ہوسکتا ہے۔ اور یہ سیدھا راستہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر عمل کرنے سے نصیب ہوسکتا ہے۔ خدا کرے کہ ہم میں سے ہر عورت سیدھے راستہ پر چلتے ہوئے قربِ الٰہی کی راہوں پر گامزن ہو۔ آمین اللّٰھم آمین۔

احمدی مستورات کا فرض

لجنہ اماء اللہ کی تمام ممبرات اور تمام احمدی مستورات کا فرض ہے کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی دیگر تمام تحریکات پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ اس ترک رسومات کی تحریک کو بھی پورے زور شور سے جاری کریں۔ رسومات کا پھر سے جماعت میں پیدا ہونا بھی عورتوں کی وجہ سے ہے۔ ان میں اپنی جہالت، کم عقلی اور قرآن مجید کی تعلیم سے لاعلمی کے باعث اور رشتہ داروں اور برادری سے مقابلہ نہ کرسکنے کی ہمّت اور جُرأت نہ ہونے کی وجہ سے وہ رسومات پھر سے پھیلنی شروع ہوگئی ہیں جو جماعت کے ابتدائی ماننے والوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدّس صحبت میں ترک کردی تھیں۔

میری بہنو! اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک قربانی مانگتا ہے اور سب سے بڑی قربانی

یہی ہے کہ اپنی خواہشات اور جذبات کی گردن پر چھُری پھیرتے ہوئے ہماری زندگیاں رسومات اور تکلّفات سے پاک ہوکر محض اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو جائیں۔

اے اللہ! تو ایسا ہی کر۔